اردو میں سیرت نگاری کا ایک دلچسپ باب: رشید اختر ندوی کی تالیف ''محمد رسول اللہؐ'' سے ''محمد سرور دو عالمؐ'' تک۔ تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر نورینہ تحریم بابر*

Abstract:

This article deals the comparative study of the writings of Rasheed Akhtar Nadvi who is a renowned scholar and his writing on the subject of Seerat are very important and eye opening specially. In this age where religious rigidity is spreading instead of logic & reasoning. This article light upon this issue by and come out its logical dimension. .

اردو زبان میں سیرت النبی پر رشید اختر ندوی کی تالیف بہ عنوان محمد رسول اللہؐ اقومی کتب خانہ لاہور کے زیر اہتمام نومبر ۱۹۵۹ءء میں شائع ہوئی۔ اس سے قبل اسلامی تاریخ نگار اور سوانح نگار کے طور پر رشید اختر ندوی متعدد تصانیف پیش کر چکے تھے۔ ان میں طلوع اسلام کی چار جلدیں از ۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۹ء 'مسلمان اندلس میں' ۱۹۵۰ء، تہذیب و تمدن اسلامی کی تین جلدیں بالترتیب ۱۹۵۱ء، ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء، اردو سوانح 'اورنگ زیب' ۱۹۵۲ء، سوانح صلاح الدین ایوبی ۱۹۵۳ء، مسلمان حکمران ۱۹۵۵ء اور سوانح عمر بن عبدالعزیز ۱۹۵۷ء تالیف کر چکے تھے۔ اسلامی تاریخ نویسی کا یہ پس منظر تھا جس میں رشید اختر ندوی نے لاہور کے معروف پبلشر محمد نصیر ہمایوں کہ جو قومی کتب خانے کے روح رواں تھے۔ (۱) کے تعاون سے ایک طویل و مبسوط سلسلۂ تاریخ کی تالیف اور اشاعت کا پروگرام ترتیب دیا۔ شروع میں یہ منصوبہ سات ہزار صفحات اور سات ضخیم جلدوں پر مشتمل تھا۔ (۲) اس علمی منصوبے کے نمایاں خدوخال پر روشنی ڈالتے ہوئے رشید اختر ندوی اپنی تالیف محمد رسول اللہؐا کے تعارف بہ عنوان 'بسمہ اللہ تعالیٰ' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''اُردو زبان میں تاریخ اسلام کے سرمایہ سے اہل علم بہ خوبی واقف ہیں۔ ان میں سے کوئی تاریخ بھی ایسی نہیں ہے جو اسلام کے آغاز سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر کے

* شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

زمانہ تک کی تمام ضروری تفصیلات پر مشتمل ہو۔جتنی بھی مولفات ہیں، وہ یا تو بے حد مختصر ہیں یا قطعاً غیر مستند۔وہ تاریخ کے طالب علم کی تشنگی بجھانے کی اہل نہیں ہیں۔اور ان کی موجودگی کے باوجود تاریخ کے طالب علموں کو اُردو کے سوا دوسری زبانوں میں لکھی ہوئی تاریخوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے''(۳)

اسلام کے آغاز سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے تک کی مستند تاریخ کی تالیف کے اس منصوبے کی سب سے اہم اور نمایاں خوبی اس کا درجہ استناد قرار پایا۔اس سے پہلے رشید اختر ندوی اسلامی تاریخ پر بارہ مستند اور وقیع کتب تالیف کر چکے تھے۔ان جملہ کتب تاریخ میں انہوں نے ممکن حد تک بنیادی مصادر سے رجوع کیا اور بطور محقق جو سب سے بڑی اور نمایاں خوبی رشید اختر ندوی کی سامنے آئی وہ اپنے منابع اور ماخذ کا برمحل اور برملا اعتراف و اعلان ہے۔اپنی کتبِ تاریخ میں وہ کثرت سے حوالوں کا اندراج کرتے ہیں۔مؤرخین کا ذکر کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ تاریخ کے دامن سے جو موتی بھی سمیٹیں، وہ اصل اور کھرا ہو۔سیرت النبیؐ پر یہ وقیع تالیف ۱۹۵۹ء کے آخر میں منظرِ عام پر آئی،لیکن رشید اختر ندوی کے بقول انہوں نے اس کتاب کی تالیف و تدوین کا کام چار سال قبل یعنی ۵۶-۱۹۵۵ء سے شروع کر دیا تھا۔اپنے اس تحقیقی و تصنیفی منصوبے کے بارے میں رشید اختر ندوی لکھتے ہیں کہ:

''اس علم کے باوجود کہ اُردو زبان کا دامن تواریخِ اسلام سے تہی نہیں ہے، میں نے چار سال ہونے کو آئے پیش نظر کتاب کی تدوین و تالیف کا کام شروع کیا۔اس مقصد کے ساتھ کہ اُردو زبان میں اسلام کے آغاز سے لے کر اورنگ زیب عالمگیرؒ کے وصال تک اسلام اور مسلمان قوم کی ایک ایسی مبسوط تاریخ تالیف کردوں جس کی موجودگی میں محض اُردو زبان جاننے والے طلبائے تاریخ،عربی، فارسی اور انگریزی میں لکھی ہوئی تاریخوں کی طرف رجوع کی قطعاً ضرورت محسوس نہ کریں۔اور یہ انتہائی جامع اور اس درجہ مستند ہو کہ اُسے نہ مبتدی طلبا اور نہ منتہی علمائے تاریخ کسی لحاظ سے تشنہ اور غیر مستند نہ پائیں۔اس میں کوئی روئداد، کوئی واقعہ نہ روایت کے لحاظ سے سطحی ہو اور نہ درایت کے اعتبار سے کمزور سمجھا جائے''(۴)۔

اس سلسلہ تاریخ کا منصوبہ اور معیار اتنا بلند تھا کہ اس کے مصادر و منابع کے لئے ہر ممکن کوشش کاوش کرنی پڑی۔رشید اختر ندوی اُردو زبان جاننے والے طلباء کو تاریخ اسلام کے حوالے سے عربی، فارسی اور انگریزی مؤلفات کے مطالع سے بے نیاز کرنا چاہتے تھے۔اس مقصد کے لئے انہوں نے دنیائے اسلام کے متعدد کتب خانوں میں تحقیق کی۔لکھتے ہیں کہ:

''اس مقصد کو سامنے رکھ کر میں عالم اسلام کے سفر پر نکلا۔مشہد، عمان، دمشق، حلب اور

> بیروت کے نادر و منفرد کتب خانوں کی چھان بین کی۔ چمن چمن سے پھول چنے، غنچے اور کلیاں جمع کیں۔ کہ ان سے ایک خوش رنگ و خوش بو ہار گوندھ کر اپنی اس قوم کے حضور نذر کر دوں جو کبھی دنیا کی عظیم ترین قوم تھی۔ جس کا ماضی انتہائی درخشاں اور تابناک تھا۔ جو دنیا بھر کی معلم اور رزق رساں تھی لیکن جو آج خود کفیل بھی نہیں ہے۔ مجھے اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں اور مجبوریوں کا پورا اعتراف ہے۔ اس کے باوجود میں نے اس کتاب کی تالیف و تدوین کے سلسلہ میں انتہائی عرق ریزی اور جستجو سے کام لیا ہے۔ حرف حرف پر انتہائی دیانت و امانت ملحوظ رکھی ہے اور اپنی اس تالیف کو ہر لحاظ سے جامع، مستند اور وقیع بنانے کی کوشش کی ہے''(۵)

اس مستند، جامع اور وقیع تالیف کے دو حصّے مکمل کرنے میں رشید اختر ندوی کو چار سال کی مدت لگی۔ ان میں سے پہلا حصہ، جو ایک ہزار صفحات پر مشتمل تھا، عرب قوم کے پہلے تمدن سے لے کر رسول اللہ کے وصال تک کے واقعات و حالات پر مشتمل ہے۔ اس تالیف کی جس نمایاں اور قابل ذکر خوبی کی طرف رشید اختر ندوی نے بطور خاص اشارہ کیا ہے وہ ہے موضوع سے متعلق بڑے مورّخین کے ہاں نقطہ نظر کا اختلاف اور بطور محقق اس اختلاف میں سے قولِ راجح کا انتخاب (۶)۔ دراصل اسی قولِ راجح کے انتخاب نے اس تالیف کے بارے میں اُن تنازعات کو جنم دیا، جو بالآخر اس تالیف کو واپس لینے پر تمام ہوئے۔

تاریخ اسلام پہلا حصہ بہ عنوان محمد رسول اللہ دو صفحات پر مشتمل حرفِ آغاز بہ عنوان ''بسمہ اللہ تعالیٰ'' کے علاوہ کل ایک سو انتیس ابواب اور کل ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

رشید اختر ندوی نے اپنی تاریخ نویسی کے خاص رجحان اور طریقہ کار کے مطابق ایک محتاط محقق اور مورّخ کے طور پر اپنے مصادر پر خصوصی توجہ مبذول کی۔ جیسا کہ انہوں نے تالیف محمد رسول اللہ کے سرِ آغاز بہ عنوان 'بسمہ اللہ تعالیٰ' میں لکھا کہ وہ چاہتے تھے کہ اس تالیف میں کوئی روئداد، کوئی واقعہ نہ روایت کے لحاظ سے سطحی ہو اور نہ درایت کے اعتبار سے کمزور سمجھا جائے (7)۔ اس اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے نہایت وقیع، غیر متنازع اور مستند کتب تاریخ کے حوالے کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے رشید اختر ندوی نے مشہد، عمان، دمشق حلب اور بیروت کے نادر و منفرد کتب خانوں کی چھان بین کی (8)، اور وقیع، معروف و مستند عربی کتبِ تاریخ کو ملاحظہ کیا۔ یہاں اس امر کو ذہن میں رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اسلامی تاریخ کے جن نازک مقامات، وقائع اور روایات کو بنیاد بنا کر مستشرقین نے اپنے گمان کے تیر چلائے ہیں اور سلامی تاریخ کے مغربی قارئین کو دانستہ گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اس کی بنیاد خود عرب مورّخین کی اساسی کتب کے بعض حد درجہ غیر محتاط اندراجات ہیں اور انہی اندراجات کو بنیاد بنا کر کم علم، بدنیت، اسلام دشمن اور بعض نادان مسلمان واقعات کو صحیح تناظر میں سمجھنے میں غلطی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ مثال کے طور پر واقعہ 'غرانیق' کے بارے میں ابن سعد، الطبری اور ابن اثیر نے بالترتیب طبقات ابن سعد میں، تاریخ

الرسل والملوک میں اور الکامل فی التاریخ میں ہر طرح کے اندراجات کر دیئے ہیں۔ انہی کتب کو حوالہ بنا کر دیگر مصنفین اپنے تخیل کے پرندوں کو مختلف سمتوں میں اُڑاتے اور فرضی تعبیر و تشریح کر کے، اپنے من پسند نتائج حاصل کرتے ہیں۔

کچھ یہی وجہ ہوئی کہ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تالیف کے وقت شعوری طور پر رشید اختر ندوی نے فیصلہ کیا کہ وہ بڑے مورّخین کے اختلافات کو بھی ملحوظ رکھیں گے اور ایک ناقد طالب علم کے انداز میں ان اختلافات سے قول راجح چھانٹنے کی جرأت بھی کریں گے (۹)۔ رشید اختر ندوی نے ایک ناقد طالب علم کی طرح بڑے مورّخین کے اختلافات کا محتاط تقابل و تجزیہ کرنے کے بعد بہتر اور فائق روایت، مؤقف اور استدلال کا بیان کیا ہے۔ اس طرح ردوقبول کرتے ہوئے انہوں نے ایک محتاط محقق ہونے کا ثبوت بھی فراہم کیا ہے۔ لیکن تاریخی منابع میں سے ابن سعد کے طبقات، ابن جریر الطبری کی تاریخ الرسل والملوک اور ابن اثیر کی الکامل فی التاریخ میں روایت کئے گئے کئی واقعات اور کئی تفصیلات ایسی ہیں جن پر حد درجہ احتیاط اور کمال درجے کی فراست سے ردوقبول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ رشید اختر ندوی نے اپنی تالیف کردہ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں از راہِ احتیاط زیر حوالہ اصل عربی عبارات کو کثرت سے اقتباسات کی صورت شامل کیا ہے۔ ساتھ اپنا ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ اُردو زبان میں بہت کم کتب سیرت میں یہ محققانہ احتیاط نظر آتی ہے۔ عمومی انداز اُردو سیرت نگاروں کا یہ ہے کہ روایات کا مفہوم بیان کر کے تبصرہ کر دیتے ہیں لیکن روایت کی اصل عربی عبارت کا اندراج نہیں کرتے۔ رشید اختر ندوی مختصر اور طویل، دونوں طرح کی عباراتِ حوالہ من وعن درج کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

رشید اختر ندوی کی سیرت پر تالیف بسلسلہ تاریخ اسلام محمد رسول اللہ ﷺ، نومبر ۱۹۵۹ء میں قومی کتب خانہ لاہور کے اہتمام سے شائع ہوئی تھی۔ یہ ایک ہزار صفحات پر مشتمل ایک ضخیم تالیف تھی اور اپنی نوعیت اور اسناد کے اعتبار سے اُردو سیرت نگاری میں ایک اہم، جامع، اور وقیع اضافہ خیال کی جاسکتی ہے۔ اس تالیف کو مرتب کرتے ہوئے رشید اختر ندوی نے خاص کاوش، محنت اور توجہ کا ثبوت دیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ رشید اختر ندوی کو اس تالیف پر بڑا مان اور فخر تھا۔

جس وقت سیرت کی یہ کتاب محمد رسول اللہ ﷺ شائع ہوئی، انہی دنوں رشید اختر ندوی کے کچھ 'احباب' ان کے ۱۹۵۶ء میں شائع ہونے والے ایک تاریخی ناول 'مردِ کوہستان' کے حوالے سے اعتراضات کا سلسلہ شروع کئے ہوئے تھے۔ 'مردِ کوہستان' کو اس وقت کے صدر پاکستان ایوب خان کے بزرگوں کی توہین قرار دے کر رشید اختر ندوی کو معتوب کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ یہ وہ فضا تھی جب رشید اختر ندوی کی سیرت پر تالیف منظر عام پر آئی۔ ۱۹۶۰ء کے اوائل میں اس تالیف کی طرف توجہ شروع ہوئی۔

سیرت پر کتاب محمد رسول اللہ ﷺ پر ابتدائی اعتراضات جو سامنے آئے ان میں بڑا اعتراض یہ تھا کہ رشید اختر ندوی نے کثرت سے ہر طرح کی اسناد میں سے روایات کو نقل کر دیا ہے اور یہ خیال نہیں کیا کہ بعض روایات کے

غیر محتاط اندراج سے توہینِ رسالتؐ کا پہلو نکلتا ہے۔ ابتداء میں جو مباحث سامنے آئے ان میں ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کی تالیف تاریخ الرسل والملوک اور ابن اثیر کی تالیف الکامل فی التاریخ کی بعض روایات کا من و عن اندراج تھا۔

ان اعتراضات کا علمی جواب دینے یا دفاع کرنے کے لئے رشید اختر ندوی کے ساتھ کوئی فرقہ، کوئی فقہی گروہ یا کسی مسلک کے پیروکار نہیں تھے۔ رشید اختر ندوی دین میں فرق و امتیاز کے قائل نہیں تھے۔ انہوں نے ہمیشہ خود کو مسلک اور فرقے سے دور رکھا۔ اور اپنی ادبی اور علمی شناخت اور اساس پر انحصار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کی تالیف پر اعتراضات وارد ہوئے تو دفاع کے لئے وہ اکیلے تھے۔ رشید اختر ندوی نے اپنی اس تالیف کے مقاصد اور منہاج کے بارے میں حرف آغاز بہ عنوان 'بسمہ اللہ تعالیٰ' میں لکھا تھا کہ وہ ایک سیرت تالیف کرنا چاہتے ہیں جو اپنے مواد، مشمولات اور اسناد کے اعتبار سے اس قدر مفصل اور معتبر ہو، کہ اُردو زبان کے جاننے والوں کو عربی، فارسی اور انگریزی کتب تاریخ سے رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ نیز خود رشید اختر ندوی کے الفاظ میں ''یہ انتہائی جامع اور اس درجہ مستند ہو کہ اسے مبتدی طلباء اور منتہی علمائے تاریخ کسی لحاظ سے تشنہ اور غیر مستند نہ پائیں''۔ نہ صرف یہ بلکہ کتب تاریخ میں موجود روایات میں سے انتخاب کرتے ہوئے حد درجہ احتیاط کی جائے اور بقول رشید اختر ندوی کے ''اس میں کوئی روئیداد، کوئی واقعہ، نہ روایت کے لحاظ سے سطحی ہو اور نہ درایت کے اعتبار سے کمزور سمجھی جائے''(۱۰) گویا آغاز کار ہی سے رشید اختر ندوی عربی مصادر کے اختلافات سے واقف و آگاہ تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عرب مورّخین اپنے بیانیے میں وہ احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے جو اُردو زبان و ادب کا خاصہ ہے۔ لیکن رشید اختر ندوی نے اپنے اس عزم کا اظہار بھی کیا ہے کہ وہ پہلے بڑے مورّخین کے اختلافات کو سامنے رکھ کر ایک ناقد طالب علم کے طور پر قولِ راجح چھانٹنے کی جرأت بھی کریں گے (۱۱)۔ رشید اختر ندوی کی یہ جرأت نہ جانے کس کس کو ناراض کر گئی۔ کتاب کے پبلشرز شیخ محمد نصیر ہمایوں اس صورتحال پر خاصے پریشان ہوئے، خود رشید اختر ندوی تک جو بات پہنچتی، وہ اس کا نہایت مدلّل جواب دیتے۔ لیکن پھر معروف صحافی اور سیاسی کارکن آغا شورش کاشمیری میدان میں آئے اور انہوں نے لاہور کی مجلسی زندگی میں اعتراضات اُٹھانے کا سلسلہ شروع کیا۔

سیرت کی نہایت درجہ عقیدت محبت اور کاوش سے تالیف کردہ کتاب کے بعض مصادر اور بعض مباحث کی بنیاد پر گستاخی رسولؐ کا الزام رشید اختر ندوی کے لئے نہایت درجہ پریشانی کا باعث تھا۔ کوئی اعتراض ایسا نہ تھا جس کا جواب نہ دیا گیا ہو، یا نہ دیا جا سکتا ہو۔ مثلاً عرب کی تاریخ، اجداد کی تفصیل، وحی کی کیفیات اور مستشرقین کے اعتراضات کے جواب، سورۃ النجم کے حوالے سے واقعہ غرانیق، اور اس پر قدیم مورّخین کی روایات پر جرح اور دیگر متعدد مقامات و مباحث اس سے پہلے محمد حسین ہیکل کی تالیف حیاۃ محمد میں کہیں زیادہ تفصیل، کہیں زیادہ بے باک بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اُردو دان طبقے کے لئے کہیں زیادہ ناگوار انداز میں زیرِ بحث آ چکے تھے۔ مثلاً محمد حسین ہیکل نے اپنے مقدمہ (طبع اوّل) میں کینہ پرور مسیحی مصنفین کے ہزلیات کو بحث میں درج کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ حسین

ہیکل کی یہ تالیف حیاۃ محمد اُردو زبان میں حیاتِ محمد اور فارسی زبان میں زندگانی محمد کے زیرِعنوان ترجمہ ہو چکی ہے۔ یونیسکو کے زیرِاہتمام اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اُردو ترجمہ ابو یحییٰ امام خان نے کیا ہے اور عربی متن کے جملہ مفاہیم کو اُردو میں من وعن منتقل کر دیا ہے۔ راقمہ کے پیشِ نظر حیات محمد کی طبع سوم ۱۹۸۷ء مترجم ابو یحییٰ امام خان ہے۔ اس تالیف کے مقدمہ مولف (طبع اوّل) کے صفحہ ۱۶ اور صفحہ ۱۷ پر مسیحی مصنفین کے جناب رسالت مآبؐ کی مبارک ذات پر لگائے گئے چیدہ چیدہ اتہامات کو نقل کیا گیا ہے۔ ان اتہامات کو پڑھنا ہی نہایت اذیت ناک معاملہ ہے۔ لیکن یہ محمد حسین ہیکل کا اپنا اسلوب بیان ہے کہ وہ ان جملہ مطاعن اور اعتراضات والزامات کا کافی وشافی جواب دلائل و براہین کے ساتھ دینے کے لئے انہیں نقل کرنا ضروری خیال کرتے ہیں اور ہر قاری یہ سمجھتا ہے کہ محمد حسین ہیکل کا منشا نعوذ باللہ گستاخی رسولؐ نہیں، بلکہ وہ گستاخانِ رسولؐ کے کذب وافتراد کا پردہ چاک رہے ہیں۔

رشید اختر ندوی نے اپنی تالیف میں

الف: مستشرقین کے اعتراضات واتہامات کا مدلّل جواب دینے کی سعی کی، لیکن انہوں نے ازراہ احترام کذب و افتراد پر مبنی کسی بھی الزام یا اتہام کو نقل کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔

ب: خود مسلمان مورّخین کے ہاں روایات کے اختلافات کا ناقدانہ تجزیہ کر کے قول راجح کا انتخاب کرنے کی سعی کی۔

اس طرح رشید اختر ندوی نے اپنی تالیف کردہ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اپنے آپ کو حد درجہ محتاط رکھ کر عربی کتب سیرۃ کی روایات اور راویان پر جرح کر کے امرِ واقعہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح کے نازک اور حسّاس موضوعات پر مباحث، جو سیرت کی کتب وآثار میں موجود ہیں، سے صرفِ نظر کرنا مناسب وموزوں حکمت عملی نہیں، کیونکہ ایسا کرنے سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ، جن کے پیشِ نظر مغربی مصنفین کی کتب ہوں، غلط فہمی اور علمی انتشار کا شکار ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محمد حسین ہیکل سر سیّد احمد خان (خطباتِ احمدیہ) اور ان کے بعد رشید اختر ندوی کے ہاں ان تمام موضوعات پر، کہ جن کو موضوع روایات کی بنیاد پر اُلجھن اور ابہام کا عنوان بنا دیا گیا تھا محتاط تجزیئے کے ساتھ اس کی تصحیح کرنے کی کوشش نظر آتی ہے۔ اس کوشش میں خود مسلمانوں کی تالیف کردہ کتب تاریخ وسیرۃ میں بھی ایسا غیر محتاط مواد ملتا ہے کہ پڑھنے والا حیرت زدہ رہ جائے۔ محمد حسین ہیکل اپنی تالیف حیاۃ محمد کے مقدمہ مولف میں اس مشکل اور اُلجھن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''...... جب ہم آں حضرت ﷺ کی سیرت پر مسلمانوں ہی کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں تو ہمارے تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ ان اسفار میں بے شمار اس قسم کی کتابیں ہیں جن میں حضرت محمد ﷺ کے دامن میں وہ کچھ بھر دیا گیا ہے جسے دیکھ کر عقل سمٹ جائے۔ طرفہ یہ ہے کہ اسلام کے ان نادان دوستوں نے ان مخترعات ومزعومات کو اثباتِ رسالت میں مددگار سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ ان سے نبوت کی نفی ہونا چاہیے۔ یہی مخترعات ان مستشرقین کی دستاویزیں ہیں جو اسلام، بانی اسلام اور مسلمانوں پر طعن

کرنا وظیفہ استشراق سمجھتے ہیں۔کاش وہ ان بے اصل باتوں پر اکتفا نہ کرتے جو نادان مسلمان مصنفوں نے اندھی عقیدت میں سیرت کی کتابوں میں داخل کر دیں۔تو ہمیں اتنا گلہ نہ ہوتا۔مگر ان مغربی اہل قلم نے ان مندرجات کے نوک پلک بنانے میں ایسی فسوں کاری سے کام لیا کہ اس پر اصل کا دھوکہ ہونے لگا۔اس پر انہوں نے اپنے اس اندازِ تصنیف کو 'تحقیق جدید' کا عنوان بخشا جس (تحقیق جدید) کا مقتضا یہ تھا کہ جس مبحث پر قلم اُٹھایئے اس کی تنقیح ایسی دقت نظر کیجئے جیسے کوئی عادل زیرِ تفتیش معاملے کی کرتا ہے۔لیکن مستشرقین کی تحریروں میں اسلام اور بانی اسلام کے متعلق جدل اور عیب جوئی اس حد تک صاف دکھائی دے گی۔ وہ اپنا مدعا ایسے پرفریب انداز میں بیان کرتے ہیں جس سے ان کے یارانِ طریقت اسے عین حقیقت سمجھ لیں''(۱۲)

دراصل ہر وہ محقق اور سیرت نگار جس نے شعوری طور پر مسیحی مستشرقین کے جملہ مطاعن اور مسلمان مورّخین کی موضوع روایات کی تنقیح کرنے کی کوشش کی، وہ کسی نہ کسی حد تک نکتہ چینی کا نشانہ ضرور بنا۔خود محمد حسین ہیکل کی تالیف حیاۃ محمد ہو، یا ہمارے ہاں سرسیّد احمد خان کے خطباتِ احمدیہ، سب پر اعتراضات وارد ہوئے۔ رشید اختر ندوی کو گستاخِ رسولؐ کے طعن نے بہت زیادہ رنجیدہ کیا۔انہوں نے آغا شورش کاشمیری کی طرف سے اُٹھائے گئے اعتراضات کا دوطرح سے جواب دیا، اوّل یہ کہ وہ گستاخی رسولؐ کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور اگر ان کی تالیف میں کچھ ایسا مواد ہے جس سے یہ شائبہ گزرتا ہو تو وہ حذف کرنے کے لئے تیار ہیں۔دوسرے اس تالیف میں موجود ہر بحث، ہر عنوان اور ہر بات کا وہ دلائل و براہین اور مستند کتب سیرۃ کی مدد سے جواب دینے کے لئے تیار ہیں۔رشید اختر ندوی کا موقف تو مسئلہ حل کرنے کی طرف مائل تھا جبکہ معترضین مسئلے کو پھیلانا چاہتے تھے۔جب شور علمی مباحث کی حدود سے نکل کر عوامی جذبات کو چھونے لگا تو کتاب کے پبلشر نے رشید اختر ندوی کے مشورے پر کتاب کو مارکیٹ سے واپس اُٹھا لیا۔ایک ہزار صفحات پر مشتمل اس ضخیم تالیف کو مارکیٹ سے واپس اُٹھانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قومی کتب خانہ کے زیرِ اہتمام متعدد کتب شائع ہو کر بازار میں موجود تھیں۔اس قضیے کے بڑھنے سے کتاب کا ناشر بھی گستاخی رسولؐ کے الزام کی زد میں آجاتا، اس لئے مناسب یہی خیال کیا گیا کہ از راہ احتیاط کتاب واپس لے لی جائے۔کتب سیرۃ میں موضوع روایات کو کس طرح فروغ حاصل ہوا، محمد حسین ہیکل اپنی تالیف کے مقدمہ میں اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔یہ بحث باب اوّل میں بھی، قدرے اختصار کے ساتھ پیش کی گئی ہے لیکن یہاں اس کا اعادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔محمد حسین ہیکل اپنے مقدمے میں مسیحانِ کلیسا اور مستشرقین کے طریقہ واردات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''......انہوں نے ایسے روایات مضطربہ پر اعتماد کر لیا جو تفسیر و سیرت کی ان کتابوں میں پھیلی ہوئی تھیں جو پہلی دوصدیوں میں مدوّن ہوئیں۔جن میں اسرائیلیات نے نہ

صرف سیرت پاک بلکہ دوسرے اسلامی مسائل میں بھی غلط ملط کر کے انہیں مسخ کر دیا۔ یہی دو صدیاں (پہلی اور دوسری) ہیں جن میں دشمنانِ اسلام کی راہ سے ہزاروں حدیثیں مسلمانوں میں پھیل گئیں۔ جس کا اقرار خود مستشرقین بھی کرتے ہیں، مگر اس اعتراف کے باوجود مستشرقین نے ان روایات کے استعمال سے اپنا دامن آلودہ کر لیا۔ حالانکہ وہ معمولی توجہ سے ضعیف وقوی روایات میں امتیاز کر سکتے تھے۔ ان (روایات) میں من جملہ اور افسانوں کے مندرجہ ذیل حکایتیں ہیں:

الف۔ داستانِ غرانیق

ب۔ اتہام از واقعہ حضرت زید و جناب زینب علیہا السلام

ج۔ افترا در تعدد از دواج رسولِ پاک ﷺ۔

کاش یہ مصنفین ان مسائل کے صحیح مصادر تلاش کرتے اور وہ اسلام پر تہمت تراشی کے الزام سے سلامتی کے ساتھ بچ جاتے''(۱۳)

اصل صورت یہ بنتی ہے کہ جس طرح متقدمین مثلاً ابن سعد، الطبری اور ابن اثیر کے ہاں موضوع روایات سے درگزر کا اہتمام نہیں ملتا۔ بالکل اسی طرح مستشرقین بڑے شوق سے انہی مورّخین کے روایات کو سند بنا کر بات پھیلا دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے سیرت نگاری کا معاملہ، ہر دوسرے معاملے اور موضوع سے بے حد مختلف ہے۔ اس کے لئے کمال درجے کا مورّخ، بے بدل محقق، انتہاء درجے کی فراست، اور بصیرت کا حامل ہونا ضروری ہے۔ روایات کے جنگل میں درست روایات کا انتخاب ایک اہم معاملہ ہے اور اس معاملے میں ذرا سی بے احتیاطی یا کوتاہی خطا کا سبب بن جاتی ہے۔

مثال کے طور پر داستان غرانیق کے حوالے سے دیکھئے۔ محمد حسین ہیکل نے تو اس پر پورا ایک باب بہ عنوان 'واقعہ غرانیق' اپنی کتاب سیرۃ میں شامل کیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے اپنی سیرت النبیؐ کی جلد اوّل کے عنوان 'مہاجرین حبش کی واپسی' اور عنوان 'تلک الغرانیق العلیٰ کی بحث'(۱۴) میں جبکہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اپنی تالیف 'الرّحیق المختوم' کے عنوان پہلی ہجرت حبشہ میں کمال درجے کے اختصار سے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں(۱۵)۔ رشید اختر ندوی اپنی تالیف محمد رسول اللہ ﷺ کے باب ہجرت حبشہ میں مورّخ ابن کثیر کے حوالے سے ان کی بیان کردہ روایت کا عربی متن اور اُردو ترجمہ درج کرتے ہیں:

''ایک روز رسول اللہؐ مشرکین کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اللہ نے ان پر سورہ انجم اِذ ہوی کا نزول فرمایا۔ رسول اللہؐ نے یہ سورہ مشرکین کو سنائی۔ اور جب ختم کر لیا تو سجدہ کیا۔ وہاں مشرکین و مسلمان جتنے بھی موجود تھے۔ ان سب نے رسول اللہؐ کی پیروی کی اور سجدہ میں گر پڑے''۔ ابن کثیر نے اپنے اس بیان کے ثبوت میں بخاری۔

مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی اور مسند امام احمد پر بھروسہ کیا اور ان سے سند لی ہے۔ محدث ابن کثیر کے نزدیک اس قصہ کی اصلیت بس اسی قدر تھی۔ البتہ جس شخص نے مشرکین کو رسول اللہؐ کی پیروی میں سجدے میں گرے دیکھا۔ اس کو خیال ہوا مشرکین اسلام لے آئے اور ان میں اور رسول اللہؐ میں مصالحت ہوگئی ہے'' (۱۶)

رشید اختر ندوی لکھتے ہیں کہ یہ خبر اس نوعیت سے شہرت پاتی اور پرواز فرماتی حبشہ کے مہاجرین تک جا پہنچ (۱۷)۔ اس کے بعد رشید اختر ندوی بتاتے ہیں کہ:

''مگر مورّخ ابن کثیر کی اس وضاحت کے باوجود یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ یہ بے بنیاد قصہ ہمارے بعض متقدمین کے نزدیک بے بنیاد نہ تھا۔ اس کی بنیاد تھی۔ اور ان میں سے ابن سعد، الطبری، ابن اثیر اور اسی پائے کے کئی متقدمین نے اسے اسی نوعیت سے اپنی کتابوں میں دُہرادیا ہے، جس نوعیت سے اس نے شہرت پالی'' (۱۸)

اس کے ساتھ ہی رشید اختر ندوی نے ابن اثیر، ابن سعد اور الطبری کی روایات متعلقہ کے عربی متون درج کر دیئے ہیں۔ ان متون کے ساتھ ان کے اُردو تراجم بھی ہیں۔ ان میں ابن سعد اور الطبری کی روایات حد درجہ غیر محتاط معلوم ہوتی ہیں اور ان کو نقل کرنا، از راہِ ایمان احترام وعقیدت موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن رشید اختر ندوی ان روایات کو بیان کرنے کے بعد ان کی تنقیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابن سعد، الطبری اور ابن اثیر نے گو اس قصہ کے متعلق اور تفصیل بھی دی ہے مگر ہم نے اس تفصیل کو دہرانا ضروری نہیں جانا۔ اور یہ کچھ بھی ہم نے اس لئے دہرایا ہے کہ پڑھنے والوں کو بتا سکیں کہ ان مورّخین کو اس باب میں کس حد تک غلط فہمی ہوئی تھی۔ اور یہ غلط فہمی اس لئے ہوئی کہ انہوں نے اپنے رواۃ پر بھروسہ کے ان کی روایات کے مفہوم کو درایت پر پرکھنا ضروری نہ جانا۔ ورنہ اگر وہ رواۃ اور روایات کو پرکھتے تو اس غلط فہمی کو آنے والوں تک پہنچانے کے موجب نہ بنتے۔

بلاشبہ بعض بڑے محدثین و مورّخین نے جن میں قاضی عیاض، ابو بکر البیہقی، ابن عبد البر، القسطلانی، فخر الدین رازی، ابن العربی، ابن کثیر، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، ابوداؤد اور السہیلی بھی ہیں۔ ان روایات اور رواۃ پر سخت جرح کی ہے۔ انہوں نے رواۃ کو مطعونین اور روایات کو بے اصل موضوع اور غیر متصل و منقطع قرار دیا ہے۔ اس کے باجود بعض اور ایسے محدثین بھی ہیں جنہوں نے انہیں آگے نقل کیا اور ان پر بھروسہ کیا ہے۔ مثلاً ابو حاتم، ابن المنذر، البزار، ابومعشر اور الباقلانی حتیٰ کہ موسیٰ بن عقبہ اور ابنِ اسحاق بھی اس صف میں موجود ہیں'' (۱۹)۔

ہر چند رشید اختر ندوی روایات کی تنقیح کر کے درست نتیجہ نکال لیتے ہیں یعنی قول راجح دریافت کر لیتے ہیں لیکن اس عمل کے دوران وہ ہر طرح اور ہر قسم کی روایت کو نقل کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔عمومی طور پر ایک تاریخ نگار کی طرف سے یہ عمل گوارہ اور قابل اعتنا شمار ہوسکتا ہے۔لیکن سیرت نگاری صرف تاریخی وقائع کا نام نہیں، اس میں عقیدت و احترام تو اپنی جگہ لیکن ایسی روایات یا ایسی باتیں جو منشائے نبوّت کے صریحاً خلاف ہوں، بیان نہیں کرنی چاہئیں۔قیاس چاہتا ہے کہ رشید اختر ندوی کے اسلوب سیرت نگاری پر کئے گئے بڑے اعتراضات کی وجہ صرف یہ رہی کہ رشید اختر ندوی روایات کی تنقیح کرنے سے پہلے ہر طرح کی روایات سے اپنی کتاب کو سجا لیتے ہیں پھر ایک ایک کر کے ضعیف اور موضوع روایات کو رَد کر کے قوی، قابل قبول اور بہتر روایت کی تائید کرتے ہیں۔لیکن اس عمل میں، ضعیف روایات کے بیان یعنی نفس مضمون کا ابلاغ بعض طبائع کو گستاخی معلوم ہوتی ہے۔مثلاً رشید اختر ندوی، محمد رسول اللہ ﷺ کے صفحہ ۲۸۲ پر طبری کی مذکورہ بالا واقعہ غرانیق کے حوالے سے ایک روایت عربی متن اور اُردو ترجمے کے ساتھ نقل کر کے تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''اس روایت کے الفاظ، ذرا سی سوجھ بوجھ رکھنے والے آدمی کو بھی شاق گزرتے ہیں۔
> پھر تعجب ہوتا ہے۔الطبری جیسے بڑے مورّخ نے اس روایت کو کیسے دُہرایا''(۲۰)

بس یہی وہ انداز ہے جس سے بعض پڑھنے والوں نے اس کتاب کو اعتراضات کا عنوان بنالیا۔رشید اختر ندوی نے اپنی تالیف محمد رسول اللہ ﷺ کے آخر میں دو صفحات پر مشتمل 'حرفِ آخر' کے عنوان سے اپنی اس تالیف پر خود تبصرہ کیا ہے۔یہ تبصرہ دو وجوہ سے اس قابل ہے کہ اسے من وعن درج کیا جائے۔اوّل اپنے مواد کے اعتبار سے کہ جنابِ رسالت مآب ؐ کی تعلیمات نے عرب قوم کے احوال کو کس طرح تبدیل کر دیا اور ھمہ جہت عظمت سے آشنا کیا۔دوم اس لئے کہ اس تالیف پر کئے گئے اعتراضات میں سے ایک اعتراض اس حرفِ آخر پر بھی تھا کہ رشید اختر ندوی نے اس میں عرب قوم کا ذکر قدرے حقارت سے کیا ہے یعنی عرب قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے احتیاط سے کام نہیں لیا۔صلح کل رشید اختر ندوی نے بحث ونزاع کے بغیر اس حرفِ آخر کو بھی کتاب کی دوسری طباعت سے حذف کر دیا۔مزید تبصرہ کرنے سے پہلے اس حرفِ آخر کا مطالعہ کرتے ہیں۔رشید اختر ندوی لکھتے ہیں کہ:

> ہم نے پیچھے جو عنوان قائم کئے اور جن امور سے گفتگو کی وہ ہمارے نزدیک بہت اہم موضوعات تھے۔یوں حقیقت دیکھی جائے تو رسول اللہ ﷺ اسلام کے ذریعے عربوں کی زندگی میں جو انقلاب لائے وہ ایک ھمہ گیر اور انتہائی جامع انقلاب تھا۔اس سے عربوں کے نہ صرف ذہن بدلے، عادات واطوار تبدیل ہوئے۔زندگی کا ہر چلن اور ہر عنوان بدلا اور کل کی وہ قوم جس کی کوئی کل بھی سیدھی نہ تھی، جو نہ صرف اخلاقی لحاظ سے انتہائی زبوں و بدحال تھی، جس کی نہ کوئی سیاست تھی، نہ کوئی تہذیب۔اس وقت دنیا کی سب سے زیادہ مہذب، سب سے زیادہ بااخلاق اور سب سے زیادہ ضابط و

منظّم بن گئی۔ پہلے وہ رسول اللہ ﷺ کے فیضِ صحبت سے نہ صرف اپنے آپ اوپر حکمران بنی۔ وہ اطراف شام تک پہنچ کر دولت روم جیسی عظیم قوت وطاقت کو للکار آئی اور دولت روم کے دورِ اقتدار میں یہ لمحات کبھی نہ آئے تھے کہ عرب کے ریگ زاروں میں پل کر جوان ہونے والے جوانوں نے کبھی اس سمت آن کر ہتھیاروں کی نمائش کی ہو۔ بلاشبہ بعض عرب تاجر تجارتی کاروانوں کو سال بہ سال اس طرف ضرور ہنکا لے آتے تھے لیکن ان تجارتی کاروانوں کے سربراہوں میں سے کسی ایک کو کبھی کوئی رومی تاجدار، اگر اپنے حضور باریاب کر لیتا تو یہ رہنما نہ صرف اس کے تخت کے پاؤں پر آنکھیں رگڑتا، اس کی زبان برسوں اس رومی بادشاہ کے قصیدے سناتی رہتی۔ کہ یہ ان صحرائی سربراہوں کے لئے بہت بڑی سعادت تھی۔ انکا نصیبا جاگ اٹھتا تھا۔

بلاشبہ جیسے کہ پیچھے کہا جا چکا ہے رسول اللہ ﷺ اور ان کے سپہ سالاروں زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب، عبد اللہ بن رواحہ، اور خالد بن ولید نے جب رومی سرحدیں پائمال کیں تو ان سرحدوں میں کوئی نمایاں کامیابی نہ ہوئی بلکہ ایک بار تو ان کے تین سپہ سالار زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ شہادت پا گئے تھے۔ اس کے باوجود جیسے کہ جنگ تبوک پر گفتگو کرتے وقت ہم نے وضاحت کی تھی، رسول اللہ ﷺ کو اپنی سرحدوں کے اندر دخل ہوتے پا کر جس رومی بادشاہ نے ان سے مقابلہ کی ہمت نہ کی تھی اس نے ایک طرح سے اعتراف کر لیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے میدانِ جنگ میں جیت نہ سکے گا۔ گو اس وقت رسول اللہ ﷺ بن لڑے واپس آ گئے کہ ابھی عرب قبائل کی تسخیر کا کام مکمل نہ ہوا تھا لیکن یہ حقیقت بہر حال ساری دنیا پر روشن ہو گئی تھی کہ عرب قوم محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل اب بہت بدل گئی ہے۔ اب وہ مفتوح نہیں رہی، اس میں فاتح اقوام کے اوصاف پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ بیماری جس میں وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے، انہیں ذرا سی مہلت دیتی اور ان کے سپہ سالار اسامہ بن زید شام کی سرحدوں میں پہنچ پاتے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں دنیا پر یہ حقیقت آفتاب کی روشن شعاؤں کے مانند واضح ہو جاتی کہ یہ قوم جسے رسول اللہ ﷺ نے صرف ۲۳ سال تعلیم وتربیت دی نہ صرف اخلاقی واجتماعی لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی قوم ہے، وہ جہانگیر اور جہاں بان بھی ہے۔

بہ ہر نوع رسول اللہ ﷺ رہنمایانِ عالم میں تنہا ایسے نبی ہیں جن کی تعلیم وتربیت سے ایک انتہائی پست وزبوں حال قوم کی یوں کایا پلٹی۔

اللہ کے ہزار ہزار سلام ان کی روح کے شامل حال ہوں۔ یہ حقیقت جس کی طرف ہم

نے ابھی ابھی اشارہ کیا ہے اس کتاب کے اگلے حصوں کا موضوع ہوگی'۔

وَمَا تَوفِیقِی اِلّا باِللہ (رشید اختر ندوی)(۲۱)

بظاہر حرفِ آخر کے متن میں اعتراض کی کوئی بات نظر نہیں آتی لیکن:

الف۔ ......اور کل کی وہ قوم جس کی کوئی کل بھی سیدھی نہ تھی، جو نہ صرف اخلاقی لحاظ سے انتہائی زبوں و بدحال تھی، جس کی نہ کوئی سیاست تھی، نہ کوئی تہذیب......۔

ب۔ بلاشبہ بعض عرب تاجر تجارتی کاروانوں کو سال بہ سال اس طرف ضرور ہنکا لے آتے تھے......

ج۔ ......تو یہ رہنما نہ صرف اس کے تخت کے پاؤں پر آنکھیں رگڑتا۔......یہ ان صحرائی سربراہوں کے لئے بہت بڑی سعادت تھی......

د۔ رسول اللہؐ اور ان کے سپہ سالاروں ...... نے جب رومی سرحدیں پائمال کیں تو ان سرحدوں میں کوئی نمایاں کامیابی نہ ہوئی بلکہ ایک بار تو ان کے تین سپہ سالار......شہادت پا گئے تھے۔

ھ۔ اگر رسول اللہؐ کی یہ بیماری جس میں وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے، انہیں ذرا سی مہلت دیتی......

جیسے بیانات اگر اس حرفِ آخر کا حصہ نہ ہوتے تو کیا فرق پڑتا تھا۔ لیکن یہ وہی بیانات ہیں جن پر غیر محتاط ہونے کا اعتراض وارد ہوا۔ عرب قوم کی جو بھی حالت تھی، اس کا احترام کرنے کی وجہ بھی جناب رسالت مآبؐ کی ذات مبارک ہے۔ پھر یہ کون نہیں جانتا کہ شام کی طرف جانے والے تجارتی قافلے کن تاجروں کے ہوتے تھے۔ کیا فاضل مؤلف کو یہ یاد نہ رہا تھا کہ ایک وقت میں قبل از نبوت جناب رسالت مآبؐ حضرت خدیجہؓ کا تجارتی سامان لے کر، ان کے غلام میسرہ کے ساتھ شام گئے تھے۔ رشید اختر ندوی نے اس تجارتی قافلے کے ساتھ جناب رسالت مآبؐ کی روانگی کا قصہ کتاب کے عنوان خدیجہؓ سے نکاح میں رقم کیا ہے۔ اگر اس نسبت کو ذہن میں رکھ شام کی طرف جانے والے تجارتی قافلوں سے درگزر کر لیا جاتا، تو زیادہ موزوں صورت ہوتی اور اعتراض کا محل نہ بنتا۔ اسی طرح رسول اللہؐ اور ان کے سپہ سالاروں کے شام فتح نہ کر سکنے کی بات قبل از وقت اور زاید از ضرورت معلوم ہوتی ہے اور آخر میں یہ کہ بیماری کا ذرا مہلت دینا والی بات بھی غیر موزوں معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح کے حرفِ آخر نے سیرت کی اس کتاب کا تاثر اور ہر طرح کا کر دیا اور اعتراض کرنے والوں کو اعتراض کرنے کا سامان ہاتھ آ گیا۔

آغا شورش کاشمیری کے اعتراضات کا آہنگ بلند ہوتا گیا اور اب یہ معاملہ ایک قضیے کی صورت اختیار کر گیا۔ جیسا کہ ذکر ہوا، رشید اختر ندوی اور ان کے پبلشر شیخ محمد نصیر ہمایوں نے اس کتاب کو مارکیٹ سے واپس اُٹھا لیا تھا۔ توہین رسالتؐ کا الزام ایک سنگین معاملہ تھا۔ رشید اختر ندوی کے لئے گستاخِ رسولؐ ہونے کی تہمت کسی بھی بہتان سے زیادہ ناقابل برداشت اور تکلیف دہ تھی۔ وہ کسی بھی طرح جملہ معترضین کے خدشات کو دور کرنا چاہتے تھے۔ احباب درمیان میں آئے، اسی زمانے میں رشید اختر ندوی کو ضمانت قبل از گرفتاری کرانے کی صلاح بھی دی گئی

اور انہوں نے لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس کارنیلس کی عدالت سے ضمانت قبل از گرفتاری حاصل کر لی (۲۱)۔ احباب کی بات چیت سے مسئلہ حل کی طرف بڑھا۔ تبدیلیاں، ترامیم اور حذف تجویز ہوئے۔ رشید اختر ندوی نے چونکہ تمام جلدیں مارکیٹ سے واپس لے کر شیخ محمد نصیر ہمایوں سے حاصل کر لی تھیں اس لئے انہوں نے شائع شدہ کتابوں میں بعض تبدیلیاں کیں، حرفِ آخر کو حذف کیا۔ کتاب کا حرف آغاز جس کا عنوان 'بسمہ اللہ تعالیٰ'' تھا وہ بھی حذف کیا اور یہ سب کچھ کر کے انہوں نے کتاب کے متن کا مسوّدہ پریس برانچ، حکومتِ مغربی پاکستان کو باقاعدہ منظوری کے لئے پیش کیا۔ اس طرح یہ قضیہ تمام ہوا۔

حکومت مغربی پاکستان کی پریس برانچ نے اپنے مراسلہ نمبر ۲۱۴۸ محررہ ۱۵ مئی ۱۹۶۴ء کو اس مسوّدے کو منظوری مرحمت فرمادی۔ طبع دوم کے لئے کتاب کا عنوان تبدیل کر دیا گیا۔ اس وقت تک اُردو زبان میں سیرت پر لکھی گئی کتب میں سرورِ دو عالم ﷺ کے عنوان کی تین کتابیں موجود تھیں۔ ایک محمد طاہر فاروقی کی تالیف سرورِ دو عالم، غلام رسول مہر کی تالیف سرورِ دو عالم اور اسی عنوان کی سیرت سرورِ دو عالم مولفہ محمد خالد موجود تھیں۔ طبع دوم قرار دیتے ہوئے رشید اختر ندوی نے سیرت پر اپنی تالیف محمد رسول اللہ ﷺ کو محمد سرورِ دو عالم ﷺ کا عنوان دے دیا۔ اور بالآخر محمد سرورِ دو عالم ﷺ نومبر ۱۹۶۵ء کو رشید اختر ندوی کے اپنے ادارے ادارہ معارف ملی لاہور سے شائع ہوئی۔ چونکہ اس میں سے حرفِ آخر بھی حذف کر دیا گیا تھا اس لئے اس کتاب کا آخری صفحہ ۹۹۸ ہے۔ محمد سرورِ دو عالم ﷺ کا حرفِ آغاز بالکل نیا اور پہلے حرفِ آغاز بہ عنوان 'بسمہ اللہ تعالیٰ' سے بالکل مختلف اور جدا ہے۔ اس حرفِ آغاز کا ایک ایک حرف رشید اختر ندوی کے ایمان، یقین، عقیدے اور عشق رسولؐ کی گواہی دے رہا ہے۔ رشید اختر ندوی کی جناب رسالت مآبؐ سے عقیدت اور ان کے عقیدے کو درست تناظر میں سمجھنے کے لئے اس پورے حرفِ آغاز کو پڑھنا بے حد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ محمد سرورِ دو عالم ﷺ کے حرفِ آغاز میں رشید اختر ندوی لکھتے ہیں کہ:

> ''میں گو بہت گنہگار ہوں، میرے گناہوں کی نہ کوئی حد ہے اور نہ شمار لیکن میں سرورِ دو عالم ﷺ کے ان غلاموں میں سے ہوں، جنہیں حضورؐ کی غلامی پر بجا فخر ہے اور جن کا عقیدہ ہے کہ مہر و ماہ کی ہزاروں، لاکھوں گردشیں، اس مادرِ گیتی میں کبھی بھی یہ صلاحیت ہرگز ہرگز نہ پیدا کر سکیں گی کہ یہ کسی ایسے شخص کو متعارف کرائے جو محمد سرورِ دو عالم ﷺ جیسے اوصاف سے متصف ہو۔
>
> میرا پختہ ایمان ہے کہ محمدؐ کا ثانی نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ کبھی پیدا ہوگا۔ ان کا دین، دینِ حق، ان کا مسلک، مسلکِ الٰہی، اور ان کا فرمان، فرمانِ الٰہی ہے۔
>
> میرا اس بات پر بھی یقین ہے کہ حضورؐ کا اسوہ، اسوۂ قرآن ہے۔ اور جو مسلمان اسوۂ رسولؐ کو حجت نہیں مانتا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ حضورؐ ہر لحاظ سے اکمل اور ہر اعتبار سے مکمل انسان تھے۔ وہ نور کا مینار اور شاہراہِ رشد و ہدایت کا سنگِ میل تھے۔

ان کی تریسٹھ سالہ زندگی میں، کوئی لمحہ، شعوری یا غیر شعوری طور پر ایسا نہیں آیا جب کہ وہ اس صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوں۔ جو خدائے بزرگ و برتر نے اپنے محبوب بندوں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔

حضورؐ کا بچپن، حضورؐ کی جوانی، حضورؐ کی کہولت اور حضورؐ کا بڑھاپا ہر اعتبار سے مثالی اور ہر لغزش سے پاک وصاف تھا۔ وہ ہر خطا سے معصوم اور ہر لغزش سے مبرّا تھے۔ نبوت سے پہلے کے دور میں بھی اور نوبت کے بعد کے دور میں بھی، خدائے بزرگ و برتر ہر گام اور ہر منزل پر ان کے ساتھ رہا۔

اسی روشنی میں اس کتاب پر نظر ڈالئے۔ خطا ولغزش، مجھ جیسے انسان سے ہر لحظہ ممکن ہے، میں اس کے لئے دربارِ رسالت میں معافی کا طالب ہوں اور ملّت کے سامنے بھی میری معذرت کی جھولی دراز ہے۔

یکم نومبر ۱۹۶۰ء　　　رشید اختر ندوی (۲۳)

نمبر ا۔ میکلوڈ روڈ، لاہور

رشید اختر ندوی اس بحران سے تو نکل آئے لیکن لاہور کے احباب کے طرزِ عمل نے انہیں خاصا آزردہ کر دیا تھا۔ انہوں نے سیرت پر اپنی تالیف کی بار دوم اشاعت، حکومت مغربی پاکستان کی پریس برانچ کی باقاعدہ مبظوری کے بعد شائع کرنا اس لئے ضروری اور لازمی خیال کیا کہ وہ کسی صورت خود پر گستاخی رسولؐ کی تہمت گوارہ نہ کر سکتے تھے۔ وہ الزام اور اتہام سے ڈر کر اپنی کتاب سیرت سے دستبردار نہ ہوئے بلکہ اسے ایک نئے عنوان سے شائع کر کے، درحقیقت آنے والی نسلوں کے سامنے اپنا موقف اس موضوع پر پیش کر دیا۔ اُردو میں سیرت کے ذخیرے میں اس تالیف کو نظرانداز کیا گیا۔ اب سیرت پر رشید اختر ندوی کی یہ تالیف عمومی طور پر دستیاب نہیں ہوتی۔

رشید اختر ندوی نے اپریل ۱۹۶۶ء میں اپنے ادارے ادارہ معارف ملّی لاہور کے زیرِ اہتمام اپنی تالیف کردہ تاریخ اسلام کے دوسرے حصلے کو خلافتِ راشدہ اور جمہوری قدریں کے زیرِ عنوان شائع کیا۔ یہ تالیف ایک ہزار صفحات سے متجاوز (۱۰۶۴) ہے۔ اس ضخیم تالیف کے آغاز میں رشید اختر ندوی نے ازراہِ احتیاط ایک ضروری وضاحت رقم کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

''یہ سلسلہ مکافاتِ عمل مصنف کی پہلی کڑی ہے۔ مصنف نے اپنے ربّ سے اس کے نبی پاک ﷺ کو شاہد بنا کر عہد کیا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی تلافی کے لئے دینِ حق اسلام کی اشاعت وتبلیغ کا کام زندگی بھر جاری رکھےگا''(۲۴)

اس ضروری وضاحت کا تعلق ۱۹۵۹ء میں شائع ہونے والی سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے اُٹھنے والے ہنگامے سے ہے۔ اب رشید اختر ندوی اس معاملے میں بےحد حساس رویہ اختیار کر جاتے ہیں۔ خلافت

راشدہ اور جمہوری قدریں کے حرف آغاز کا عنوان اعتراف رکھا گیا ہے۔ یہ وہی متن ہے جو سیرت کی کتاب کی طبع دوم بہ عنوان محمد سرورِ دو عالم ﷺ کے شروع میں حرفِ آغاز کے زیرِ عنوان شامل ہے۔ متن مکمل طور پر وہی ہے اور یکساں ہے۔ صرف چند سطریں زائد ہیں یعنی ''اور جب حضورؐ اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو ان کا اسوہ خلفائے راشدین کے لئے موجب رشد و ہدایت بنا اور اس کی روشنی میں انہوں نے زندگی کی راہیں متعین کیں۔ وہ رسولِ پاکؐ کے مسلک سے سرِ مو نہیں ہٹے۔ اس لئے ان کا مسلک، مسلک رسولؐ اور ان کی پیروی، پیروی رسولؐ ہے۔ میں نے اس کتاب کی تالیف میں پوری دیانت ملحوظ رکھی ہے اور اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ لغزش مجھ سے نہ ہونے پائے۔ تاہم میں آدم زاد ہوں، اور آدم زاد سے غلطی کا امکان ہے۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو میری معذرت اور ندامت کی جھولی ہر لحظہ ملّت کے سامنے دراز ہے اور میں ملّت کے ایک ایک فرد سے معافی کا طالب ہوں'' **(۲۵)**

اس 'اعتراف' کا لب و لہجہ کتاب سیرت کے قضیے کے اثرات سے متصل نظر آتا ہے۔ اسی پر بس نہیں، اسی کتاب یعنی خلافتِ راشدہ اور جمہوری قدریں کے اختتام پر، یعنی کتاب کے آخری صفحے پر بھی ایک ضروری وضاحت کے زیرِ عنوان شذرہ رقم کیا ہے۔ اس مختصر شذرے میں رشید اختر ندوی لکھتے ہیں کہ:

> ''اگر کوئی بات سہواً غلط لکھی گئی ہو تو ہم ملّت سے معذرت طلب کرتے ہیں اور اس کی تلافی آئندہ ایڈیشن پر کرنے کا وعدہ کرتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ جو کچھ ہوا خلوص کے باعث ہوا۔ ہم ہرگز ہرگز گستاخ نہیں ہیں'' **(۲۶)**

رشید اختر ندوی کی یہ جملہ تحریریں، یہ ضروری وضاحتیں یہ سب کچھ معنوی طور پر کتاب سیرت کے معاملے سے متصل معلوم ہوتا ہے۔

حوالے/حواشی

۱۔ رشید اختر ندوی، محمد رسول اللہ ﷺ، (لاہور: قومی کتب خانہ، اشاعت اول، نومبر ۱۹۵۹ء) ص۴

۲۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۴

۳۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۴

۴۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۳

۵۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۳، ۴

۶۔ رشید اختر ندوی تالیف محمد رسول اللہ ﷺ، کے حرفِ آغاز بعنوان بسمہ اللہ تعالیٰ میں لکھتے ہیں کہ:

''چار سال کے عرصہ میں، میں اس کے صرف پہلے دو حصے تالیف کر پایا ہوں۔ جن میں اس وقت آپ کے پیش نظر صرف پہلا ہے (دوسرے حصے کے لئے تھوڑے دن اور انتظار فرمایئے گا) یہ حصہ ایک ہزار صفحات کا ہے اور اس میں میں نے عرب قوم کے پہلے تمدن سے لے کر رسول اللہ ﷺ، کے وصال تک کی ہر ضروری بات حتیٰ کہ حیاتِ اجتماعی کی

ہر کیفیت کہہ دی ہے۔ پہلے بڑے مورّخین کے اختلاف بھی ملحوظ رکھے ہیں۔ اور ایک ناقد طلب علم کے انداز میں ان اختلافات سے قولِ راجح چھانٹنے کی جرأت بھی کی ہے'' ۔ص۴

۷۔ بسمہ اللہ تعالیٰ، محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۳

۸۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۳

۹۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۳

۱۰۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۳

۱۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۴

۱۲۔ محمد حسین ہیکل، حیاۃ محمد، مترجم ابو یحییٰ امام خان، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، بار سوم، ۱۹۸۷ء) ص۲۰

۱۳۔ حیاۃ محمد، محمد حسین ہیکل، مترجم ابو یحییٰ امام خان، ص۲۶

۱۴۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، جلد اوّل، (لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع ششم، ۱۹۹۵ء) ص ۲۲۷ تا ۲۳۰ پر یہ مباحث موجود ہیں۔

۱۵۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، (لاہور: مکتبہ السّلفیہ، ۲۰۰۰ء) ص۱۳۳، ۱۳۴

۱۶۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۲۷۸، ۲۷۹

۱۷۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۲۷۹

۱۸۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۲۷۹

۱۹۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۲۸۱

۲۰۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۲۸۲

۲۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ، رشید اختر ندوی، ص۹۹، ۱۰۰

۲۲۔ انٹرویو ڈاکٹر لبنیٰ سیف۔

۲۳۔ رشید اختر ندوی، محمد سرورِ دو عالم، (لاہور: ادارہ معارف ملی، ۱۹۶۵ء) ص۳

۲۴۔ خلافتِ راشدہ اور جمہوری قدریں، رشید اختر ندوی، ص۲

۲۵۔ خلافتِ راشدہ اور جمہوری قدریں، رشید اختر ندوی، ص۳

۲۶۔ رشید اختر ندوی، خلافتِ راشدہ اور جمہوری قدریں، (لاہور: ادارہ معارف ملی، اشاعت اول، 1966ء) ص۱۰۶۴